نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ مہینہ مصر کے ممتاز عالم، مفکر اور دینی اقدار کے بلند حوصلہ داعی استاد سید قطب اور ان کے رفقاء کی شہادت کا سانحۂ فاجعہ پیش آیا۔ صدر ناصر اور ان کی فوجی عدالت نے انہیں پھانسی پر لٹکایا۔ ان لوگوں نے صبر و استقامت سے دار و رسن کے مراحل طے کئے اور اپنی جانیں رفیقِ اعلیٰ کے سپرد کیں رحمہم اللہ و ارضاھم۔ اس سانحۂ ہائلہ کے حقیقی اسباب و محرکات ابھی تک سامنے نہیں آسکے مگر اتنی بات واضح ہے۔ کہ عالمِ اسلام کی اکثریت ان پر لگائے ہوئے الزامات سے مطمئن نہیں ہو سکی، جن لوگوں کا وجود عالمِ اسلام کے لئے مشترکہ متاع اور گرانمایہ سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ ان کے ساتھ اس طرح کے سلوک پر عالمِ اسلام کا اضطراب ایک لازمی اور طبعی امر ہے۔ کہ مسلمان ہر درد و مصیبت میں ایک دوسرے کے لئے "جسدِ واحد" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اذا اشتکی عضوٌ منہ (الحدیث) اگر واقعی یہ لوگ ملکی مصالح سے غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔ تو پھر بھی انکی ہمہ گیر مقبولیت کی بنا پر ضروری تھا۔ کہ ان کا کیس کسی غیر جانبدار یا مشترکہ ٹربونل میں پیش ہوتا۔ یا کم از کم انہیں اپنی صفائی کا موقع دیا جاتا۔ اگر ایک جماعت یا تحریک برسرِ اقتدار گروہ سے مطمئن نہ ہو اور وہ اسے بدلنا چاہتی ہو تو جمہوریت کے اس دور دورہ میں محض اس جرم کی بناء پر اسے گردن زنی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ سامراج اور استعمار کے مقابلہ میں صدر ناصر کی کوششیں لائقِ تحسین و تائید ہیں۔ ہم سامراجیت علی الخصوص مغربی استعمار کو اس دور کا بدترین المیہ اور "شجرۂ ملعونہ" سمجھتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ خدا فراموش قومیت مذہب بیزار اشتراکیت یا سیکولرزم کو ہرگز گوارہ نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ مذہب بالخصوص اسلامی اقدار کے احیاء و فروغ کو استعمار و استبداد کی بیخ کنی کی راہ میں ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں، وہ صریح غلطی پر ہیں۔ قوم و وطن سے بالاتر اور اسلامی اقدار کا علمبردار ہو کر بھی تو کافرانہ استبداد و استعمار کو للکارا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ یورپی استعمار اور سامراجیت کی بندشوں سے کلی طور پر آزاد ہونا عالمِ اسلام کا اقدم اور اہم ترین فریضہ ہے لیکن اگر اس لعنت کی جگہ مصر کی اشتراکیت (خواہ اسے سوشلزم

کے معنی میں نہ لیا جائے۔) یا سیکولرزم یا کوئی اور غیر اسلامی نظام اپنا قدم جماتا ہے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ دین اور مذہب کو سماجی، اقتصادی اور معاشی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔ تو ہم اس متبادل نظام کو بھی ایک لعنت ہی سمجھیں گے۔ اس صورت میں مغربی سامراج کے جنازہ نکلنے پر ہمیں خوشی تو یقیناً ہوگی۔ مگر وہ صرف سلبی پہلو ہوگا۔ اور محض ایسی خوشی جو ویت نام، کیوبا یا کانگو کی آزادی اور فیڈل کاسٹرو یا ہوچی منہ اور لومبا کے کارناموں پر حاصل ہو۔ ایک مسلمان کو کامل خوشی تو صلاح الدین ایوبیؒ کے مومنانہ فتوحات سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو نہ صرف صلیب کے علمبرداروں کو بلکہ صلیبی نظام کو بھی توڑ کر رکھ دے۔ مصطفیٰ اتاترک کی فتوحات اور کارناموں پر خوشی کا چراغاں ضروری تھا۔ لیکن تصویر کا وہ روح فرسا اور ایمان سوز رخ بھی نظروں کے سامنے رہنا ضروری تھا جس کے نتیجہ میں ترکیہ سے اسلام اور دینِ محمدی کو جلا وطن کیا گیا اور محمدی اقدار کا نام لینا ناقابلِ معافی جرم قرار پایا ایک دن خوشی کے نقارے بج گئے۔ مگر نصف صدی بلکہ آج تک ملتِ مسلمہ ترکیہ میں اسلام کی غربت پر رو رہی ہے۔ افسوس کہ جذبات کی شدت میں یہ تلخ ترین پہلو نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ عالمِ اسلام کی بعض قیادتیں مغربی استعمار سے لڑ رہی ہیں۔ اور بعض مشرقی استبداد (سیکولرزم یا دہریت) سے برسرِ پیکار ہیں۔ مگر جس گرمجوشی سے یہ مقابلے ہو رہے ہیں اس سے زیادہ شوق اور ولولہ سے اپنے دشمن (سامراج یا سیکولرزم) کے معاشی، سماجی اقتدار اور ان کی تہذیب و تمدن، نظریات، عادات و اطوار سے معانقہ کیا جا رہا ہے۔ (ہمارے عرب بھائی تو اس معاملہ میں خاصے تیز ہیں۔) محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے طرزِ زندگی کو جاہلیتِ عصرِ حاضرہ (مغربی تہذیب اور مادیت) کے بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ یہ لوگ یورپی اقوام اور بیرونی اقتدار کے تو دشمن ہیں۔ مگر خود سراپا انہی کے رنگ میں ملک و قوم کو ڈبو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مصالحت کی رو میں وہ اپنے دینی مسلمات، متوارث اور قطعی اقدار سے انحراف اور اس میں تبدیلی و ترمیم سے بھی نہیں شرماتے ان حالات میں مسلمانوں کا یوں ایک دوسرے کو مشقِ ستم بنانا ایک دوسرے کو گردن زدنی قرار دینا ہرگز قابلِ ستائش نہیں ہو سکتا۔ صدر ناصر اگر مغربی استعمار سے برسرِ پیکار ہیں، تو سید قطب اور ان جیسے دیگر علماء و دعاۃ مغربی تہذیب و تمدن سے ایک سیاسی محاذ پر لڑ رہا ہے۔ اور دوسرا علمی اور دینی محاذ پر۔ اس واقعہ فاجعہ نے مسلمانوں کے علمی محاذ کو ایک بلند پایہ عالم مصنف، ادیب، مفکر اور داعی سے محروم کر دیا۔ تو سیاسی محاذ پر صدر ناصر کی مقبولیت اور انصاف پسندی کو

بھی شدید نقصان پہنچایا۔ اور یہ دونوں باتیں عالمِ اسلام مسلمانوں، عربوں، حریت پسند اقوام اور سامراج دشمن عناصر کے لئے فال نیک نہیں ہیں ——— اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حالتِ زار پر رحم فرمائے۔

مرکزی وزیرِ قانون مسٹر ایس ایم ظفر صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا کہ حکومت اسلامی تحقیقاتی ادارہ" (اسلامک انسٹی ٹیوٹ) کے ذریعہ اسلامی قوانین واحکام سے متعلق ایک جامع کتاب مرتب کروا رہی ہے۔ یہ کتاب چار سال کے اندر مکمل ہو کر عدالتوں کی رہنمائی کیلئے استعمال ہو سکے گی۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس جامع اور اساسی کتاب میں جدید علمار کے افکار کو بھی جگہ دی جائیگی" جہاں تک اسلامی قوانین کے ترتیب و تدوین کا سوال ہے، ہم اسکی ہر لحاظ سے تحسین کریں گے۔ کیونکہ پاکستان بجائے خود منزل نہیں بلکہ حصولِ مقصد (اسلامی نظام اور کتاب وسنت کے نفاذ) کا ذریعہ ہے۔ اور جتنا بھی جلد ہو سکے، اس ملک میں کتاب وسنت کی حکمرانی اور انہی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ برپا ہونا چاہئے۔ لیکن اسلامی قانون" پر مشتمل یہ کتاب اگر اس" اسلامی تحقیقاتی ادارہ" کے ذریعہ مدون ہو جس کا مشغلہ آج تک دین کے مسلمات سے تلاعب، تمسخر اور اسے مشق مسخ و تحریف بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ تو اسلامیانِ پاکستان اسے ہرگز قبول نہیں کر سکیں گے۔ ان "جدید علمار محققین" کے مشاغل وعزائم کی کچھ جھلکیاں ہم وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس ادارہ کے "شہرہ آفاق محقق" ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا اصل روپ بھی اب مسلمانوں سے مخفی نہیں رہا —— یہ بات بالکل واضح اور قطعی ہے۔ کہ مسلمانوں کو وہ اسلام درکار ہے، جو محمد عربی علیہ السلام سے خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ اربعہ (ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، مالکؒ) غزالی، رازی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ کی وساطت سے پہنچا۔ وہ اسلام ہرگز نہیں جو عیسائی اور یہودی مستشرقین، شاخت، اسمتھ، اور گولڈ تسیہر اور ان کے شاگردان رشید پیش کریں۔ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کا اسلام چاہتے ہیں۔ نہ کہ میکگل اور برطانیہ کی یونیورسٹیوں کا۔ اگر واقعی حکومت اسلامی قوانین اور اسلامی اقدار کا نفاذ چاہتی ہے تو یہ کام ہرگز ایسے اداروں سے نہ ہو سکے گا۔ جن کے مساعی کا نتیجہ سوائے ضیاعِ وقت و سرمایہ کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ اور جن کی تحقیقات مسلمانوں کی مزید دلشکنی اور نظریۂ پاکستان سے انحراف، باہمی تفرقہ وانتشار اور پاکستان کی سالمیت کو نقصان کا باعث بن رہی ہیں۔ —— اگر صاف دلی اور اخلاص سے اسلام کی بالاتری گوارا اور مطلوب ہے تو اس اسلام کو، اس